38

پابندی نماز اور رعایت اخلاق

(۲۰؍ جنوری ۱۹۲۲ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

میں نے پچھلے جمعہ میں نماز کے متعلق ایک بات بیان کی تھی۔ چونکہ اس ہفتہ میں زیادہ تر کام اس کتاب کے متعلق رہا جو شہزادہ کا تحفہ ہے۔ اس لئے اس تجویز کے متعلق تفصیلی فیصلہ نہیں کر سکا۔ مگر چونکہ میں چاہتا ہوں کہ وہ کام جلدی ہو اس کے لئے جمعہ کا دن ہی موزوں ہے۔ کیونکہ احباب جمع ہیں اس لئے میں اسی کے بارے میں اعلان کرتا ہوں۔

مختلف علاقوں یا محلوں میں جہاں احمدی اکٹھے رہتے ہیں یا متفرق اور وہ مساجد تک نہ پہنچ سکتے ہوں اس لئے کہ مساجد ان کے مکانوں سے بہت دور ہوں اور اگر وہ پانچوں وقت نماز کے لئے مسجد میں آئیں تو ان کا سارا دن آنے جانے ہی میں صرف ہو جاتا ہو یا ان تک اذان کی آواز نہ پہنچ سکتی ہو۔ ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ خود ہی سوچ کر بتائیں کہ ان کے لئے ایسی قریب کی جگہ مقرر کر دی جائے جہاں وہ پانچوں وقت جمع ہوا کریں۔ جگہ کا انتخاب میں انہی پر چھوڑتا ہوں۔ بہرحال ہو گا نماز باجماعت کا رنگ۔ ان کو ان مجوزہ علاقوں میں ضرور پانچوں وقت نماز کے لئے آنا پڑے گا اور وہاں جماعت سے نماز پڑھنی پڑھے گی۔ سوائے اس کے کہ عارضی طور پر کوئی بیمار ہو یا مستقل طور پر چل پھر نہ سکتا ہو یا کوئی سفر پر ہو۔ ایسے اشخاص کے علاوہ ہر ایک شخص کے لئے ضروری ہو گا کہ مسجد میں آکر نماز جماعت سے پڑھے۔ اور ہر ایک محلہ والے کا یا اس جگہ کے امام صلوٰۃ کا فرض ہو گا کہ ان کے متعلق تحقیقات کر کے اطلاع دے۔ بڑی مسجد یا چھوٹی مسجد یا مسجد نور ان تینوں مسجدوں میں نگرانی نہیں ہو سکتی کہ کس محلّہ کے لوگ آئے ہیں کس کے نہیں آئے۔ کیونکہ آنے والے بکثرت ہوتے ہیں۔

پس ایک تو یہ اعلان ہے کہ جس علاقے کے لوگ کسی مسجد میں نہ آسکتے ہوں وہ ہمیں اطلاع دیں کہ ان کے لئے ایک مناسب موقع پر مسجد کی جگہ تجویز کرائی جائے مگر وہ جگہ کسی شخص کا گھر

نہیں ہوگا۔ تاکہ گھروں سے علیحدہ ہو کر سب کے لئے مساوی ہو۔ کوئی شخص یہ تجویز نہیں پیش کر سکتا کہ میں اپنا گھر پیش کرتا ہوں۔ اگر کوئی مسجد نہ ہو تو اس کا قائم مقام کوئی ایسی جگہ ہوگی جو سب کے لئے مساوی ہو۔

دوسری بات جس کا میں نماز کی پابندی کے لئے اعلان کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ میرے لئے بازاروں میں پھرنے کا کم موقع ہے۔ صرف ایک دفعہ باہر ورزش کے لئے نکلتا ہوں۔ بازاروں میں کیا ہوتا ہے؟ میں اسے نہیں دیکھتا۔ اس لئے جو لوگ بازار میں پھرتے ہیں یا جن کو بازار میں سے ہو کر مسجد میں آنا پڑتا ہے۔ وہ دیکھیں اور اطلاع دیں کہ نماز کے وقت کسی احمدی کی دوکان تو کھلی نہیں رہتی۔ جو شخص گھر سے ہی نماز کیلئے نہیں آتا اس کی نسبت وہ جو بازار میں جماعت کے وقت اپنی دکان پر بیٹھا رہتا ہے زیادہ قابل مواخذہ ہے وہ گویا اپنے فعل سے اعلان کرتا ہے کہ کون ہے تمہارا خدا جو مجھے نماز کے لئے بلاتا ہے۔ ایسے موذی کا سب سے پہلے علاج ہونا چاہئیے۔ کیونکہ وہ گویا منارے پر چڑھ کر للکارتا ہے۔ سب سے پہلے اس سے بازپرس کی ضرورت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بازاری آدمی کے لفظ کو بطور گالی کے بھی استعمال فرمایا ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ بازار میں رہنے والا انسان جو بدی بھی کرتا ہے وہ علی الاعلان کرتا ہے۔ جو لوگ نماز کے وقت میں دکان کھلی رکھیں ان کو پکڑا جائے۔ اگر نماز کے وقت میں کوئی دکان کھلی ہو تو اس کی اطلاع دی جائے۔ مذہب میں تو سیاست ہے نہیں۔ اس لئے ہم ان کو مذہبی اثر کے ماتحت مجبور کریں گے کہ وہ نماز پڑھیں اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کو اعلان کرنا ہوگا کہ وہ احمدی نہیں۔ جب تک وہ اپنے آپ کو احمدی کہیں گے ہم ان کو نماز باجماعت کے لئے مجبور کریں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے دو ہی صورتیں ہیں اول تو یہ کہ وہ نماز باجماعت میں شامل ہوں یا وہ ہم سے جدا ہو جائیں۔ ان پر ہمارا کوئی تصرف اور قبضہ نہیں ہوگا۔ پھر خواہ وہ کچھ کریں ان کے فعل سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔

تیسری بات جو پابندی نماز کے لئے میں بتانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اگر کسی سے جماعت کی نماز رہ جائے تو وہ اس کو مسجد میں ہی پڑھے۔ یہ فعل آئندہ سستی سے روک دے گا۔ جب نماز باجماعت سے کسی غفلت سے رہ جائے گا اور پھر اس نماز کو مسجد میں پڑھے گا تو اس کا نفس آئندہ غفلت سے بچے گا۔ میرے نزدیک اس طرح نماز باجماعت کے ذریعہ ہمدردی بھی بڑھتی ہے۔ جب کوئی شخص مسجد میں نہیں آئے گا تو سوال ہوگا کہ فلاں بھائی کیوں نہیں آیا۔ تو پتہ لگے گا کہ وہ بیمار ہے اس کی عیادت ہو سکے گی اور علاج کیا جا سکے گا۔ یا وہ سفر پر ہو اور اس کے گھر والوں کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو ان کی امداد کی جا سکے گی۔

فی الحال میں نے مجملاً" ہی بیان کر دیا ہے۔ تفصیل کسی اور موقع پر بیان کروں گا۔ اس وقت

اسی قدر بات توجہ طلب ہے کہ جو لوگ مسجد میں نہ آسکیں وہ جگہ بتائیں جہاں وہ جمع ہو سکیں۔ ان کو وہاں آنا ہوگا۔ اور اس کے متعلق ہم تحقیقات کیا کریں گے کہ کوئی غافل تو نہیں ہو گیا۔

اس کے بعد میں ایک اور نصیحت کرتا ہوں۔ میں نے احباب کو جلسہ پر بھی توجہ دلائی تھی اور اب بھی توجہ دلاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا زمانہ گزر گیا۔ اب کب تک یہ بات جاری رہے گی کہ کسی کو تنبیہہ اس کے ابتلاء کے خوف سے نہ کی جائے۔ اگر اب یہ ڈھیل جاری رہی تو اس کے باعث تمام جماعت کے اخلاق بگڑ جائیں گے۔ کل ہی دو واقعات ہوئے ہیں۔ جو جماعت پر بڑے بدنما دھبے کا رنگ رکھتے ہیں۔ ابھی جلسہ پر ایک واقعہ ہو چکا ہے۔ جو جماعت پر دھبہ ہے۔ جماعت کے آپس کے قیام کے لئے محبت اور پیار کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انسان کے معنی فرمایا کرتے تھے۔ جس میں دو محبتیں ہوں۔ خدا کی محبت بھی اور خدا کی مخلوق کی محبت بھی۔ کیونکہ عربی زبان الہامی زبان ہے۔ جو کہے کہ وہ خدا سے محبت کر سکتا ہے۔ بغیر انسان سے محبت کے وہ جھوٹا ہے۔ جو شخص بداخلاقی سے پیش آتا ہے گالیاں دیتا ہے۔ اتہام لگاتا ہے یا لوگوں کو کسی اشارے یا کنائے سے دکھ دیتا ہے وہ خدا کو خوش نہیں کر سکتا۔ خدا کو خوش کرنے کا پہلا قدم بندوں کو آرام دینا اور ان کو دکھ نہ دینا ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کو ولایت مل جائے۔ مگر اس کی پروا نہیں کہ بندوں کا مال کھالیں ان کو ماریں یا تکلیف دیں کسی سے ہمدردی نہ کریں ان کی خواہش پوری ہو۔ ایسے لوگ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے دو مطالبے رکھے ہیں کہ جو شخص خدا کو پانا چاہتا ہے اور اس سے تعلق مضبوط کرنا چاہتا ہے وہ پہلے مخلوق سے ہمدردی کرے۔ اور اس کو تکلیف نہ پہنچائے۔ پھر خدا تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرے۔ خدا سے تعلق پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس کی مخلوق سے حسن سلوک نہ کیا جائے۔ جو شخص بداخلاق ہے۔ وہ خدا کو خوش نہیں کر سکتا۔ بداخلاقی کو دور کرنے کا طریق یہ ہے کہ جو لوگ بداخلاقی کریں ان کے اس فعل کو محسوس کیا جائے اور نفرت کا اظہار ہو۔ بعض لوگ خدا کے خوف سے بدی نہیں چھوڑ سکتے۔ مگر بندوں کے خوف سے چھوڑ دیتے ہیں ان کو خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم نے یہ بدی جاری رکھی تو لوگ ہمیں نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اس لئے وہ لوگوں سے محبت و پیار اور حسن سلوک سے کام لیتے ہیں پس بدی اور بداخلاقی چھوڑنے کا ایک طریق یہ ہے کہ ایسے شخص کے فعل سے نفرت کریں۔ انجیل کا حکم ہے کہ دشمن سے پیار کر۔ مگر اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ بدی کو روکو۔ ایذا کو روکو۔ بداخلاقی اور بدگوئی کو ناپسند کرو۔ کوئی گالی دے تو اس کو پکڑو۔ اگر یہ نہیں ہوگا تو بدی پھیل جائے گی۔

کل میں مضمون لکھ رہا تھا اور میری باری درمیانے گھر میں تھی۔ اس گھر کا ایک دروازہ بازار

کی طرف کھلتا ہے میں نے شور سنا اور کھولا۔ تو میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ ایک شخص زور زور سے کہہ رہا تھا اس حرام زادے کو میرے سامنے لاؤ جو کہتا ہے کہ کتے کا جوٹھا کھانا جائز نہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کہا گیا تھا کہ کسی کو حرام زادہ کہنے والے کو حد لگائی جائے گی۔ وہ شخص بازار میں کہہ رہا تھا کسی کو احساس نہ تھا۔ لوگ سنتے تھے اور روکتے نہ تھے گویا یہ معمولی بات ہے۔ جو ہونی چاہیئے یہ بے حسی خطرناک علامت ہے حضرت مسیح موعود ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک سودائی عورت تھی۔ جب وہ بازاروں میں چلتی تو بچے اس کو تنگ کرتے۔ اور وہ گالیاں دیتی۔ آخر بچوں کے والدین نے ان کو گھروں میں روک لیا۔ صبح کو جو وہ عورت نکلی اور اس کو بچے نہ ملے تو ہر ایک شخص کے گھر میں جاکر کہنے لگی کہ کیا تمہارے بچے پر بجلی گری تھی یا چھت گر گئی تھی کس طرح مر گیا۔ آخر والدین نے فیصلہ کیا کہ یہ تو گالیاں چھوڑتی نہیں ہم اپنے بچوں کو کیوں روکیں۔ تو بعض لوگوں کو گالیاں سننے کی عادت ہوتی ہے تم اگر حرام زادے کے لفظ کو برا نہیں سمجھو گے اور یہ عام طور پر استعمال ہوتا رہے گا تو فحش بڑھ جائے گا اور جماعت کا اخلاقی معیار گر جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اشاعت فحش سے منع فرمایا ہے۔ اس میں کسی پر اتہام لگانا یا گالیاں دینا وغیرہ سب شامل ہے۔ اگر مجالس میں اس قسم کے لفظ استعمال ہوتے بچے سنیں گے تو ان کی زبان پر بھی ایسے ہی الفاظ جاری ہو جائیں گے۔

جس بات پر دوسرے کو حرام زادہ کہا جا رہا تھا وہ یہ تھی کہ اضطرار کی حالت میں کتے کا جوٹھا کھانا جائز ہے۔ اب اضطرار کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ایک انسان بھوک سے مر رہا ہے۔ ایسی حالت میں تو سور جائز ہے تو کون عقل مند کتے کے جوٹھے سے منع کرے گا لیکن اگر نفسانی اضطرار مراد ہے مثلاً عمدہ کھانا تیار تھا۔ کتے نے جوٹھا کر دیا اور جی للچا رہا ہے کہ اس کو کیسے چھوڑیں تو اس کو کوئی مومن بھی کھانا پسند نہیں کرے گا۔ اس صورت میں گویا سب کے سب مومن نعوذباللہ حرام زادے ٹھہرے۔ اس کے مقابلہ میں دوسرا بھی شور مچا رہا تھا نہیں معلوم وہ کون تھا۔ ممکن ہے وہ بھی گالیاں دے رہا ہو۔ بہرحال یہ مومنانہ شان نہیں کہ فتووں پر لڑائی اور جھگڑا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس وغیرہ صحابہ میں اختلاف تھا۔ مگر کبھی بازاروں میں کھڑے ہو کر گالی گلوچ نہیں کرتے تھے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ کب اس شخص نے قرآن کریم کو پڑھا۔ کب وہ مفتی بنایا گیا۔ افتاء امیر کر سکتا ہے یا مامور خلیفہ کر سکتا ہے یا جس کو وہ مقرر کرے۔ صحابہ میں فتویٰ دینے والے مقرر تھے۔ بعض لوگ حدیث تک بیان کرنے میں احتیاط کرتے تھے۔ حالانکہ حدیث اور افتاء میں فرق ہے۔ قرآن کریم کی ایک آیت کا ترجمہ بتانا اور ہے۔ مگر مختلف آیات کو ملا کر استنباط کرنا اور بات ہے ایک حدیث میں ہے الماء بالماء کہ جب عورت سے جماع میں انزال ہو تو غسل واجب ہوتا

ہے۔ مگر دوسری حدیث میں آتا ہے۔ کہ جب مرد و عورت جمع ہوں۔ خواہ انزال نہ ہو۔ تو بھی غسل واجب ہو جاتا ہے راوی دونوں حدیثیں بیان کردے گا مگر مفتی دونوں کو سامنے رکھ کر فتویٰ دے گا۔

اسی طرح میں نے سنا ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ تم مجھے کافر مرتد کچھ قرار دو مگر میں یہ کام کروں گا۔ سننے والے کے دل پر اس کے دو ہی اثر ہونگے یا تو وہ سمجھے گا کہ ان کے ہاں کفر و ارتداد اتنا سستا ہے کہ معمولی باتوں پر ایسے لفظ بول دیتے ہیں دوسرے یہ کہ یہ شخص اپنی بات یا خواہش پوری کرنے کے لئے کفر و ارتداد سے بھی خوف زدہ نہیں ہوتا ایسے لوگ گویا اپنا کام کرنے کے خواہش مند ہیں کفر و ایمان سے تعلق نہیں رکھتے۔ یہ بداخلاقی کی باتیں ہیں ان سے روکنا ضروری امر ہے۔ تاکہ اس کا اثر عام نہ ہونے پائے۔ اس پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت صاحب کے وقت میں بھی ایسے واقعات ہو جاتے تھے۔ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی ایسے واقعات ہو جاتے تھے۔ اور وہ لوگ بھی صحابہ یعنی ساتھ رہنے والے کہلاتے تھے اور ہم ان کی تقسیم ایمان کے لحاظ سے کرتے ہیں یا بعض لوگ اسلام میں جمہوریت ثابت کرنے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ پر ایک شخص نے اعتراض کیا تھا کہ تم نے ایک چادر سے کُرتا کیسے بنایا۔ یہ تو دو چادر کا ہے۔ حالانکہ تمہارے حصہ میں ایک آئی تھی مگر ان کو معلوم نہیں کہ معترض ایک عام بدوی آدمی تھا۔ کیا یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ پر اعتراض کرنے والے عثمان، علی، طلحہ و زبیر وغیرہ لوگ تھے یا کہدیا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ پر اعتراض کیا گیا تھا کہ تقسیم ٹھیک نہیں۔ یہ ناواقف لوگوں کی باتیں ہیں جو حجت نہیں ہو سکتیں۔ یہ کوئی نیکی کی بات نہیں کہ تم کہو کہ چونکہ حضرت صاحب کے وقت میں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوتی تھیں۔ پس یہ بداخلاقی کی باتیں ہیں ان کو چھوڑو۔ اور اخلاق پر قابو پاؤ۔ مومن کی زبان چھری کی طرح نہیں ہوتی۔ تمہارے اندر نرمی ہونی چاہیئے اور جماعت میں اس بداخلاقی کو پیدا ہونے سے روکا جائے۔ ایک شخص نے ایک شخص کو مارا۔ اس کی معمولی کھیل ہو گئی۔ یہ خطرناک باتیں ہیں جن سے ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ تم معاملہ میں چھوٹوں پر ظلم نہ کرو۔ نہ غریبوں کو دکھ دو۔ انسانوں سے معاملہ میں مومن کافر کا سوال نہیں اگر کوئی شخص دہریہ کو ضرر پہنچاتا ہے تو وہ خدا کے نزدیک مسلمان کو ضرر پہنچانے سے زیادہ برا کام کرتا ہے۔ میرے نزدیک جو شخص ہندو یا غیر احمدی یا عیسائی یا دہریہ کو دکھ دیتا ہے وہ مسلمان کو دکھ دینے کی نسبت دگنا گناہ کرتا ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کو گالیاں دینا بڑا گناہ ہے سوال ہوا کہ ایسا کون ہے۔ جو ماں باپ کو گالی دے فرمایا کہ جو دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے اور وہ بدلے میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو یہ گویا خود اپنی ماں کو گالی دیتا ہے۔ کیونکہ اگر دہریہ کو دکھ دے گا تو وہ خدا کو گالیاں دے گا کہ یہ اس کا مومن ہے۔ ہندو یا

عیسائی کو دکھ دے گا تو وہ آنحضرتؐ کو گالیاں دیں گے کہ یہ محمدؐ کے پیرو ہیں۔ اور اگر غیر احمدی کو دکھ دے گا تو وہ کہے گا کہ یہ مرزا صاحب کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں۔ اگر احمدی کو یا مسلمان کو دکھ دے گا تو وہ اسی کو برا کہے گا مگر غیر احمدی یا عیسائی یا دہریہ اسی کو برا نہیں کہے گا بلکہ مسیح موعود کو آنحضرتؐ کو اور خدا کو بھی گالیاں دے گا۔ اس لئے ایسی باتوں سے بازاروں میں اور دوسری جگہ احتیاط رکھو۔ اگر بازاروں اور گلیوں میں گالیوں اور بد اخلاقیوں سے بچو گے تو جماعت میں یہ باتیں نہ پیدا ہونگی۔

فرمایا آج میں تحفہ شہزادہ ویلز کتاب لکھ چکا ہوں باہر کے احباب کو شکایت ہوتی ہے کہ ان کو پتہ نہیں لگا۔ اس لئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ انشاء اللہ کل صبح کی نماز کے بعد سنائیں گے۔

(الفضل ۱۲؍ فروری ۱۹۲۲ء)